ملفوظاتِ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ

(۲)

محمد بن تغلق

سلطان محمد بن تغلق نے تخت نشینی کے بعد اس طرح کی حکمتِ عملی اختیار کی کہ اس کے ہم عصر مشائخ اس سے ناراض ہو گئے۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ انھیں خانقاہوں سے نکال کر اہم عہدوں پر فائز کرے لیکن مشائخ کرام سرکاری ملازمت اختیار کرنے پر کسی صورت بھی رضامند نہ ہوتے تھے مشائخ کے انکار پر سلطان نے ان پر بے جا سختی برتنا شروع کی اور بعض مشائخ کو چار و ناچار بعض عہدے سنبھالنے پڑے۔ حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مشائخ سلطان کے خوف سے اپنی خانقاہوں کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے تھے اور کسی میں یہ ہمت اور جرأت باقی نہ رہی تھی کہ وہ دعویٰ شیخی کرتا۔[1]

حضرت گیسو درازؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ظلم کی وجہ سے ملک تباہ و برباد ہو جاتے ہیں[2] اور اس ضمن میں غالباً آپ کا اشارہ سلطان محمد بن تغلق کی طرف تھا کیونکہ اس نے اپنے عہد میں مشائخ اور عوام پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے اور اسی وجہ سے ملک تباہ و برباد ہوا۔

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مرشد خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے بھانجے مولانا کمال الدین نے یہ واقعہ بیان کیا کہ نصف شب کا وقت تھا کہ وہ قتلغ خان کے بھائی قاضی شمس الدین سے بزدوی کا سبق لے رہے تھے کہ اچانک قاضی صاحب کو قتلغ خان نے بلا بھیجا۔ قاضی صاحب نے چلتے وقت انھیں مخاطب کر کے کہا کہ وہ وہیں ان کا انتظار کریں، بقیہ سبق

---

[1] جوامع الکلم، ص ۲۴۹ ــ "درآن ایام ہر جا کہ صالحی است درے بستہ و لبے بستہ در خانہ افتادہ است۔"

[2] ایضاً، ص ۲۲۔

وہ آکر پڑھائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد جب قاضی صاحب واپس تشریف لائے تو انھوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ قتلغ خان کو سلطان محمد بن تغلق نے بے وقت اپنے حضور میں طلب کیا اور جب وہ شاہی محل میں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سلطان تاریکی میں بیٹھا ہوا ہے۔ قتلغ خان معمول کے مطابق آداب بجالایا اور تاریکی میں ہی بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ سلطان غالباً اس کے کسی بھائی یا رشتے دار کو قتل کرنا چاہتا ہے اور وہ یکایک اس پر یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا، اس لیے آغازِ گفتگو میں تأمل کر رہا ہے۔ اچانک ہی سلطان نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پیغمبر نہ تھے بلکہ وہ خود پیغمبر ہے تو وہ اسے کس دلیل سے جھٹلائے گا۔ قتلغ خان نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر اس نے کوئی حجت پیش کی تو سلطان بھی جواب میں حجت پیش کرے گا اور یوں بات طول پکڑ جائے گی اور اس فن میں جو قدرت سلطان کو حاصل ہے وہ اُسے میسّر نہیں۔ لہٰذا اس نے عرض کیا کہ ایسے حرام ، دیوانے، احمق، بدبخت اور بے دولت کے لیے کسی حجت کی ضرورت نہیں۔ سلطان کے اقبال سے دہلی میں اسلام اس قدر قوی ہے کہ بھٹیاروں کے غلام پانچوں کے ساتھ ہی اس کی تیا پانچا کر دیں گے۔" سلطان نے قتلغ خان کی بات سُن کر سر جھکا لیا اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ قاضی شمس الدین فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی سے سوال کیا کہ اگر واقعی وہ بدبخت ایسا دعویٰ کرتا تو پھر وہ کیا کرتا۔ قتلغ خان نے جواب دیا کہ سب سے پہلے وہ سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا۔[۳]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ سلطان محمد بن تغلق قتلغ خان، ملک منصور اور ملک سعد منطقی کے والد کا بڑا احترام کیا کرتا تھا اور ایک بار ان کی موجودگی میں کہنے لگا کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نے ایسا کیا کام کیا ہے جو وہ نہیں کر سکتا۔ ملک منصور نے جواب دیا کہ وہ پاک لوگ تھے۔ حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ملک منصور دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ پلید ہے۔ سلطان اس روز ملک منصور کو بہت بُرا بھلا کہا اور وہ خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا رہا۔ حضرت گیسو

۳۔ جوامع الکلم، ص ۱۷۵

فرماتے ہیں کہ سلطان ایسے ہی خیالات کی بنا پر علما، مشائخ، سادات اور دیندار لوگوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ اس سے سلطان کا دراصل یہ مقصد تھا کہ وہ ایسے لوگوں کو، جن کے دل میں دین کی عظمت ہے، ختم کردے اور ہندوؤں اور ان کے غلاموں کو اپنے گرد جمع کرلے اور پھر جو کچھ وہ کہے وہ اس پر صاد کردیا کریں۔[۴]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے ہی منصوبوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے جہنم رسید ہوا۔[۵] جب سلطان کا وقت آخر آیا تو خدا تعالیٰ نے ملک الموت کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا۔ ملک الموت نے رو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض کی: "اے خداوند! میں نے بڑے بڑے کافروں، فاسقوں اور بدبختوں کی روحیں قبض کی ہیں لیکن جو بو اس بدبخت کے منہ سے آرہی ہے وہ مجھے اس کے نزدیک جانے سے روک رہی ہے۔" ملک الموت کی درخواست سن کر خدا تعالیٰ نے اُسے حکم دیا کہ وہ اپنے کسی مددگار کو بھیج دے۔ ملک الموت نے عرض کی کہ اس کے مددگار اور نائب میں اتنی ہمت اور طاقت نہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ اس کی روح قبض کرے۔[۶]

حضرت گیسو درازؒ کی زبانی یہ واقعہ سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ مشائخ کرام کے دل میں سلطان محمد بن تغلق کے خلاف بڑے شدید جذبات پائے جاتے تھے اور جب تک وہ اپنی مجالس میں اس کی مذمت نہیں کرلیتے تھے اس وقت تک چین نہیں لیتے تھے۔

حضرت گیسو درازؒ راوی ہیں کہ ایک بار سلطان محمد بن تغلق نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا ڈال کر حضرت نصیر الدین چراغِ دہلی کی خدمت میں بھیجا اور خود بھی ان کی ملاقات کو آیا۔ حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ سلطان کا حضرت چراغِ دہلی کی خدمت میں کھانا بھیجنا محض انھیں تکلیف دینے کے لیے تھا۔ ان کے خیال میں سلطان یہ چاہتا تھا کہ اگر وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھا لیں گے تو وہ اُسے بہانہ بنا کر حضرت چراغ دہلی کو تکلیف دے گا اور اگر وہ کھانا کھانے سے انکار کردیں گے تو وہ اس انکار کو بہانہ بنا کر انھیں تکلیف پہنچائے گا۔ جونہی چوبدار نے کھانے کا طشت لاکر حضرت چراغِ دہلی کے سامنے رکھا تو انھوں نے سرپوش اٹھا کر ایک نان اٹھا لیا اور ایک طلائی

---

[۴] جوامع الکلم، ص ۱۷۶ [۵] ایضاً "در دوزخ رفت" [۶] ایضاً۔

پیالے سے تھوڑی سی چٹنی لے کر نان پر ڈال لی اور کھانے لگے۔ بعدازاں جب ان کے احباب نے ان سے اس کھانے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ سلطان بڑا سخت کینش ہے اور وہ ایذا رسانی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، اس لیے انھوں نے اس کے ارادے کو ناکام بنا دیا۔[۷]

ایک بار حضرت گیسو درازؒ نے باتوں باتوں میں یہ فرمایا کہ سلطان محمد بن تغلق نے حضرت نصیر الدین چراغِ دہلیؒ کو بہت ایذا پہنچائی اور صرف یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ اس کا ذکر ملال کا موجب ہوگا۔[۸]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ حضرت برہان الدین غریبؒ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان محمد بن تغلق نے حضرت چراغِ دہلیؒ کی بڑی بے ادبی کی اور وہ ہمیشہ خاموش رہے۔ بعدازاں انھوں نے فرمایا کہ مولانا نصیر الدین چراغِ دہلیؒ بڑے حلیم اور کریم تھے، ورنہ اگر وہ چاہتے تو سلطان کا تمام لشکر اور ہاتھی گھوڑے زمین نگل جاتی اور ڈکار بھی نہ لیتی۔[۹]

مشہور سیاح ابن بطوطہ سلطان محمد بن تغلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اسے گنگا جل بڑا مرغوب تھا اور دولت آباد میں قیام کے دوران اسے بذریعہ ڈاک چوکی گنگا جل ملتا رہتا تھا۔[۱۰] راقم الحروف ابن بطوطہ کا یہ بیان پڑھ کر بڑا حیران ہوا کہ سلطان محمد بن تغلق جیسے علوم اسلامیہ کے ماہر، ہدایہ اور قرآن مجید کے حافظ[۱۱] اور صوم و صلوٰۃ کے پابند شخص کو بھلا گنگا جل کے ساتھ کیا عقیدت ہو سکتی ہے؟ راقم الحروف کئی سال تک اسی کشمکش و پنج میں رہا اور یہ گتھی کسی طرح سے بھی سلجھنے میں نہ آتی تھی۔ گزشتہ سال جب راقم الحروف نے جوامع الکلم کا مطالعہ شروع کیا تو اسے ایک ایسی روایت مل گئی جس سے اس کی مکمل تشفی ہو گئی۔

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاؒ اپنے احباب کے

---

۷ جوامع الکلم، ص ۲۳۳۔ ۸ ایضاً، ص ۱۰۶۔ ۹ ایضاً، ص ۲۴۰۔

۱۰ ابن بطوطہ، رحلہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۲ھ، ج ۲، ص ۳۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، سرمایۂ عمر، ص ۱۴۔

۱۱ شہاب الدین العمری، مسالک الابصار، انگریزی ترجمہ، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۳۷۔

ساتھ چہل قدمی کے لیے دریائے جمنا کی طرف نکل گئے۔ آپ احباب کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر ایک خاتون پر پڑی جو دریا کے قریب ایک کنویں سے پانی کا ڈول کھینچ رہی تھی۔ حضرت سلطان المشائخ نے دیکھا کہ اس عورت کے چہرہ پر مردنی سی چھائی ہوئی ہے اور وہ بڑی کمزور اور بیمار نظر آتی ہے۔ انھوں نے اس عورت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ وہ جو اتنی محنت اور تکلیف کے ساتھ کنویں سے پانی نکال رہی ہے، دریا سے پانی کیوں نہیں بھر لیتی؟ ان کی گفتگو سن کر اس عورت کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے عرض کیا کہ اس کا خاوند بیمار ہے اور کافی عرصہ سے بے کار ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور گھر میں کھانے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں۔ اگر وہ انھیں دریا کا پانی پلاتی ہے تو انھیں بھوک زیادہ ستانے لگتی ہے، اس لیے وہ اس کنویں کا پانی بھر کرلے جاتی ہے کیونکہ اس کے پینے سے انھیں بھوک نہیں لگتی۔ اس عورت کی باتیں سن کر حضرت سلطان المشائخ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ جب تک اس کا خاوند صحت یاب اور برسرِ روزگار نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہر ماہ اس کے گھر میں کھانے پینے کا سامان دے آیا کرے [۱۲]۔

جوامع الکلم کی اس روایت کو پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ دریائے جمنا اور گنگا کا پانی بڑا ہاضم ہے، اور سلطان محمد بن تغلق چونکہ ایک ماہر طبیب بھی تھا، اس لیے وہ صرف طبی نقطہ نظر سے ہی گنگا جل پیتا اور اُسے اتنی دُور سے منگوانے کا انتظام کرتا تھا، ورنہ اس جیسے عالم اور متدین شخص کو بھلا گنگا جل سے کیا عقیدت ہو سکتی تھی۔

ایک بار حضرت گیسودرازؒ علم نجوم کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ باتوں باتوں میں انھوں نے فرمایا کہ جب سلطان محمد بن تغلق آخری بار دہلی سے نکلا تو نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی کہ وہ زندہ دہلی نہیں لوٹے گا [۱۳]۔

سلطان فیروز تغلق

حضرت گیسودرازؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان فیروز تغلق جاج نگر کی جانب گیا تو

۱۲؎ جوامع الکلم، ص ۱۲۳

۱۳؎ ایضاً، ص ۲۱۔

کاہنوں اور درویشوں نے یہ افواہ اڑادی کہ وہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔حضرت نصیرالدین چراغ دہلیؒ کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے حکم دیا کہ سلطان تک ان کا یہ پیغام پہنچادیں کہ رات کو سوتے وقت چار من روٹیاں اپنے سرہانے رکھ لیا کرے اور علی الصبح انھیں فقیروں اور محتاجوں میں بانٹ دیا کرے۔ انشاء اللہ وہ بخیر وسلامت دارالحکومت پہنچ جائے گا[۱۴]

جوامع الکلم کی روایت ہے کہ ایک بار سلطان فیروز شاہ تغلق، تاتارخان کی معیت میں حضرت چراغ دہلیؒ سے ملنے آیا۔ اس وقت حضرت اپنے بالاخانہ میں قیلولہ فرمارہے تھے۔ بادشاہ ان کے انتظار میں صحنِ خانقاہ میں کھڑا ہوگیا۔ اتنے میں بارش برسنے لگی لیکن سلطان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کچھ دیر بعد مولانا زین العابدین اُدھر آنکلے اور انھوں نے حضرت چراغ دہلیؒ کو سلطان کی آمد سے مطلع کیا۔ حضرت نے وضو کرکے دوگانہ ادا کیا اور پھر نیچے اُترے۔ اس تمام عرصہ میں سلطان صحن میں کھڑا رہا۔ حضرت کی بے نیازی دیکھ کر سلطان نے تاتارخان سے کہا کہ ہم بادشاہ نہیں ہیں، بادشاہ تو یہ بزرگ ہیں۔ اتنی دیر میں بارش تھم چکی تھی۔ خدام نے صحن میں فرش بچھادیا اور حضرت نے اسی پر سلطان کو بٹھایا۔ حضرت گیسودرازؒ فرماتے ہیں کہ سلطان تھوڑی دیر اُن کے پاس بیٹھ کر رنجیدہ خاطر ہوکر واپس چلا گیا[۱۵]

حضرت گیسودرازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار سلطان کا فرزند فیروز خان، اپنے باپ سے شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی زیارت کی اجازت لے کر ان سے ملنے آیا۔ جب شہزادہ حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اس کے ایک معتمد حاتم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ شہزادہ ان کا مرید ہونا چاہتا ہے۔ حضرت نے استفسار فرمایا کہ وہ اس کی اجازت بھی لے آیا ہے یا نہیں؟ حاتم نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت نے شہزادے کو مرید کرلیا۔ اتنے میں خادموں نے فرداً فرداً شہزادے کے کان میں چند باتیں کیں اور وہ ایک عورت کو، جس کے ساتھ وہ عشق میں مبتلا تھا، لے کر ایک بوسیدہ چھپر کے نیچے چلا گیا اور وہاں اس کے ساتھ نازیبا حرکت کی۔ جب شام ہوگئی اور شہزادہ واپس نہ لوٹا تو سلطان نے اس کی تلاش شروع کی اور شہزادے کی تلاش میں ایک شخص حضرت چراغ دہلیؒ

---

[۱۴] جوامع الکلم، ص ۲۱ [۱۵] ایضاً، ص ۲۲۰

کی خانقاہ میں بھی آیا۔ حضرت نے اُسے بتایا کہ شہزادہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں آیا تھا، پھر پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ شہزادے کی گمشدگی کی خبر سے خانقاہ میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ سلطان نے جب حاتم اور ایک خواجہ سرا کو پٹوایا تو انھوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے حضرت پر یہ الزام عائد کیا کہ انھوں نے شہزادے کو ایک تعویذ دیا ہے اور اسے یقین دلایا ہے کہ وہ بادشاہ ہو جائے گا۔ اتفاق سے تین دن کے بعد شہزادہ مل گیا تو سلطان نے اسے ملتان بھیج دیا اور بعد ازاں اسے زہر دلوا دیا[۱۶]

امنِ عامہ

عہدِ سلطنت کے تاریخ دان لکھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد تک دہلی میواتیوں کی دست برد سے محفوظ نہ تھی اور ان کے خوف سے نمازِ عصر کے بعد ہی شہر کے دروازے بند کر دیے جاتے تھے۔ سلاطینِ دہلی نے کئی بار میواتیوں کی سرکوبی کے لیے مہمیں بھیجیں لیکن وہ شہر کے گردونواح میں موجود جنگلوں میں جا چھپتے اور جب شاہی لشکر واپس لوٹ جاتے تو وہ دوبارہ اپنی سرگرمیاں تیز کر دیتے۔ ضیاء الدین برنی نے بلبن کا ایک کارنامہ یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے میواتیوں کو سخت سزائیں دیں۔ اور دہلی کے گردونواح میں جن جنگلوں میں ان کی کمین گاہیں تھیں، انھیں صاف کروا دیا اور اس طرح ان کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی اور یوں اہالیانِ دہلی نے میواتیوں کے حملوں اور لوٹ مار سے نجات پائی[۱۷]

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں بھی دہلی کے لوگ میواتیوں کے حملوں سے محفوظ نہ تھے اور اُن کے خوف سے کوئی شخص نمازِ عصر کے بعد شہر سے باہر نہیں ٹھہر سکتا تھا[۱۸]

جوامع الکلم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں مریضوں کے خویش و اقارب دعائے صحت کرانے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بیماریاں عام

۱۶۔ جوامع الکلم، ص ۲۱۹ - ۲۲۰۔

۱۷۔ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۵۷ء، حصہ اول، ص ۶۶

۱۸۔ جوامع الکلم، ص ۲۴۹ - "دران ایام میواں می آیند میزدند میبردند نماز دیگر بالائی حوض سلطان کسی نمی باشد، ہمہ درون شہر می آیند۔"

تھیں اور خاص طور پر نچلے طبقے کے لوگ متعدد قسم کے امراض میں مبتلا تھے۔ حضرت گیسو دراز نے ایک موقع پر دق کی ایک مریضہ کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے گھر کے نزدیک ہی قیام پذیر تھی [۱۹]

ایک موقع پر حضرت گیسو دراز اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایسی وبا پھوٹی کہ غسال مُردوں کو غسل دیتے دیتے تھک جاتے تھے اور انھیں مُردوں کے اتنے کپڑے، استعمال کی چیزیں اور چارپائیاں ملتی تھیں کہ انھوں نے بالآخر تنگ آکر انھیں ہاتھ لگانا ہی چھوڑ دیا تھا [۲۰]

جوامع الکلم سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں خلہ نامی ایک بیماری عام تھی [۲۱] اس مرض میں مبتلا مریض کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اُس کے جسم میں سوئیاں چبھوئی جا رہی ہوں۔

قحط سالی

جوامع الکلم میں کئی موقعوں پر امساکِ باراں کا ذکر آیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بارش کی کمی کی وجہ سے زراعت پر بُرا اثر پڑ رہا تھا اور اشیائے خورونوش گراں ہو گئی تھیں۔

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات میں کئی موقعوں پر گرانیِ غلہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ بات تو عام فہم ہے کہ امساکِ باراں کی وجہ سے فصلوں پر بُرا اثر پڑتا تھا جس کی وجہ سے پیداوار میں کمی ہو جاتی تھی اور اس کے نتیجہ میں غلہ گراں ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھی ملک میں اس طرح کے سیاسی واقعات بھی رونما ہو جاتے تھے جن کی وجہ سے اناج کا بھاؤ تیز ہو جاتا تھا۔

سلطان محمد بن تغلق کے آخری ایامِ حکومت میں اس کے کئی گورنروں نے اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور سلطان کے آخری ایامِ حیات ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں ہی صرف ہوئے۔ جب طغی نامی ایک باغی کا تعاقب کرتے ہوئے سلطان محمد بن تغلق نے ٹھٹھہ کے نواح میں وفات پائی تو اس کے لشکر میں موجود علما، صوفیا اور عمائدینِ سلطنت نے باہمی مشورے سے سلطان مرحوم کے چچازاد بھائی فیروز تغلق کو تخت پر بٹھادیا [۲۲] سلطان محمد بن تغلق کی وفات کی خبر جب دہلی پہنچی تو سلطان مرحوم کے وزیر خواجہ جہان نے ایک کم سن بچے کو سلطانِ مرحوم کا بیٹا ظاہر کر کے تخت

---

۱۹ جوامع الکلم، ص ۱۳ ۲۰ ایضاً، ص ۲۹۳ ۲۱ ایضاً

۲۲ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۳۸ء، ص ۳۷۔

پر بٹھا دیا اور تمام اختیارات حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیے[۲۳] خواجہ جہاں نے اپنا اقتدار محفوظ رکھنے کی خاطر فیروز تغلق کی مخالفت شروع کر دی لیکن سلطان فیروز تغلق کے وفادار سرداروں نے خواجہ جہاں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ سلطان اور وزیر کے درمیان چپقلش کا اثر ملک کی اقتصادیات پر بھی پڑا اور حضرت گیسو دراز اس کے راوی ہیں کہ اس چپقلش کے دوران اناج کا بھاؤ بڑھ گیا تھا اور ایک سیر غلہ چھ جیتل کے عوض فروخت ہونے لگا تھا[۲۴] حضرت گیسو دراز نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ ان کے زمانے میں سیر تینتیس ۳۳ ٹنکوں کے برابر ہوتا تھا۔[۲۵]

احتکار

سلطنت دہلی کے ابتدائی دور میں مرتب ہونے والے چشتی بزرگوں کے ملفوظات میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی مذمت ملتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد کے معاشرہ میں بھی یہ لعنت موجود تھی۔ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے ملفوظات سرور الصدر میں کئی موقعوں پر احتکار کی مذمت آئی ہے[۲۶] سلطان التارکین فرمایا کرتے تھے کہ محتکر (ذخیرہ اندوز) کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ لوگ جس چیز سے غم ناک ہوتے ہیں وہ اس سے خوش ہوتا ہے[۲۷] اسی طرح حضرت نظام الدین اولیا فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ لاہور محض اسی وجہ سے برباد ہوا کہ وہاں کے تاجر کاروبار اور لین دین میں دیانت دار نہیں تھے[۲۸] حضرت گیسو دراز کے ملفوظات میں مرقوم ہے کہ سفر گجرات کے دوران چند سوداگر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو انھوں نے انھیں مخاطب کر کے احتکار کی مذمت فرمائی[۲۹] پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ بار بار ملفوظات

---

۲۳ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۳۸ء، ص ۴۲۔

۲۴ جوامع الکلم، ص ۱۰۳ ۲۵ ایضاً، ص ۸۷۔

۲۶ حمید الدین ناگوری، سرور الصدور، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔ فارسی تصوف ۲۱/۱۶۱، ورق ۴۸۔

۲۷ خلیق احمد نظامی، نذر عرشی، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۴۴۴۔

۲۸ امیر حسن سنجری، فوائد الفواد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۲۰۲ - ۲۰۳۔

۲۹ جوامع الکلم، ص ۱۵۔

میں ان عنوانات پر گفتگو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیا نے سماج کے فاسد عناصر کی روک تھام کی تھی۔[30]

کیمیا گری

جوامع الکلم میں کئی موقعوں پر کیمیا گری اور کیمیا گروں کا ذکر آیا ہے[31] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ سونا بنانے کے لیے طرح طرح کے جتن کیا کرتے تھے اور ان کی ہمیشہ یہی خواہش ہوا کرتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح تانبے یا پیتل کو سونا بنا کر راتوں رات امیر بن جائیں۔

غلاموں کی خرید و فروخت

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ دہلی میں غلاموں اور کنیزوں کی خرید فروخت کے کئی مراکز موجود تھے اور سوداگر دور دور سے لونڈی غلام لا کر دہلی میں فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے گھر کے نزدیک "اندرون دروازۂ پالم" ایک ایسے ہی مرکز کا ذکر فرمایا ہے جہاں ایک بردہ فروش لونڈیوں اور غلاموں کی تجارت کیا کرتا تھا۔[32] اگرچہ از روئے شریعت کنیزوں کے ساتھ مباشرت جائز ہے لیکن حضرت گیسو دراز کو یہ بات پسند نہ تھی کہ کنیزیں بچے جنیں۔ آپ نے مجلس میں جو ۲۴ ماہ شعبان ۸۰۲ھ کو منعقد ہوئی، اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔[33] حضرت گیسو دراز سے پہلے سلطان فیروز تغلق بھی اس پر ناگواری کا اظہار کر چکا تھا اور اس نے فتوحات فیروز شاہی میں اپنی جن اصلاحات کا فخر کے ساتھ اظہار کیا ہے ان میں سے ایک اصلاح یہ بھی تھی کہ مالک فقط انہی لونڈیوں سے اولاد پیدا کریں جو جائز طریقے سے ان کے قبضہ میں آئی ہوں۔[34]

تصوف کا انحطاط

جوامع الکلم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت گیسو دراز کے زمانے میں برصغیر پاک وہند میں تصوف کا زوال شروع ہو چکا تھا اور صحو پر سُکر غالب آنے لگا تھا۔ جوامع الکلم سے ملک

۳۰ھ خلیق احمد نظامی، نذر عرشی، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۴۴۴

۳۱ھ جوامع الکلم، ص ۱۷۱-۷۲؛ ۳۲ھ ایضاً، ص ۱۳

۳۳ھ ایضاً، ص ۱۰۷

۳۴ھ فیروز تغلق، فتوحات فیروز شاہی، مشمولات تاریخی مقالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۱۸۶

میں مجاذیب کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے اور اس ضمن میں حضرت گیسو درازؒ نے راکھو دیوانہ[۳۵] اور سلتو دیوانہ[۳۶] کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہمارے خیال میں کسی معاشرے میں مجاذیب اور دیوانوں کی موجودگی اس کے غیر صحت مند ہونے کی دلیل ہے۔

جوامع الکلم کے مطالعہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ علماً نے وحدت الوجود کے سیلاب کو روکنے کے لیے جو بند باندھے تھے، ان میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں اور خواص و عوام وحدت الوجود کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات میں کئی موقعوں پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا ذکر آیا ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت گیسو درازؒ ان کے خیالات سے بے حد متاثر تھے۔ اور ان کے زیر اثر ہی آپ نے فصوص الحکم کی شرح قلمبند کی تھی۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں وحدت الوجود کے نظریہ کو عام کرنے میں حضرت گیسو درازؒ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

جوامع الکلم کے اندراجات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شیخ جمال الدین مغربی نام کے ایک بزرگ کو، جو جامع ملفوظات کے پرنانا تھے، فصوص الحکم پر بڑی دسترس تھی اور انھوں نے بھی اس کی ایک شرح لکھی تھی[۳۷]

صوفیا مجاز کی طرف

جوامع الکلم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت گیسو درازؒ کے زمانے میں صوفیوں کی اکثریت حقیقت کی بجائے مجاز کی طرف آ گئی تھی اور ان کی دیکھا دیکھی عوام بھی راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔ حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات میں عشق و محبت کے واقعات عام ملتے ہیں، حالانکہ انھوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت چراغ دہلی کی مجالس میں عشق و محبت کا ذکر بہت کم ہوتا تھا[۳۸]۔ بالفاظِ دیگر ان کی اپنی مجالس میں عشق و محبت کا ذکر زیادہ ہوتا تھا۔ جوامع الکلم کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عشق و محبت کا قصہ بیان کرکے حضرت گیسو درازؒ

---

۳۵ جوامع الکلم، ص ۵۲ ۳۶ ایضاً، ص ۲۵۱ ۳۷ ایضاً، ص ۱۹۳

۳۸ ایضاً، ص ۳۴۳ "سخن درمیان محبت و عشق کم تر بودے"

کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں[۳۹]

حضرت گیسو درازؒ نے عشق و محبت کے ضمن میں اپنے برادرِ بزرگ کے عاشق ہونے کا ایک قصہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی ایک خاتون پر عاشق ہو گئے۔ اور ایک شب اس خاتون کو ایک بچھو نے کاٹ لیا اور وہ درد اور تکلیف کی وجہ سے تمام شب بے حال رہی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس شب ان کے بھائی کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس خاتون کے جسم کے جس حصے پر بچھو نے کاٹا تھا۔ ان کے بھائی کے جسم کے اسی حصے پر تکلیف شروع ہو گئی۔ حضرت گیسو درازؒ یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ جب ہوا پرستی میں یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خدا پرستی میں اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیے[۴۰]

حضرت گیسو درازؒ نے ایک موقعہ پر ایک بڑھئی کے ایک شہزادی پر عاشق ہونے کا قصہ بیان فرمایا ہے[۴۱] اور ایک دوسرے موقعہ پر ایک شہزادی کا ایک سقے کے بیٹے پر عاشق ہونے کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح جوامع الکلم میں عشق و محبت کے بہت سے واقعات مطالعہ میں آتے ہیں اور تمام حکایتوں کا انجام عاشق یا معشوق میں سے ایک کی موت پر ہوتا ہے۔ ان واقعات سے اس عہد کے ترک معاشرے پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔

پیرزادوں کی مذمت

حضرت گیسو درازؒ ایسے پیروں کے سخت خلاف تھے جو اپنی دکانداری چلانے کے لیے اپنے آباو اجداد کی مسندوں پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ان پیرزادوں کی بڑی مذمت کی ہے جو اپنے والد کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان کی مسند پر بیٹھ کر شیخ بن جاتے ہیں اور لوگوں سے ٹکے وصول کرتے ہیں[۴۲]

(باقی آئندہ)

---

۳۹ جوامع الکلم، ص ۱۳

۴۰ ایضاً۔

۴۱ ایضاً، ص ۱۰۰

۴۲ ایضاً، ص ۲